جناب ڈاکٹر سید زاہد علی واسطی

ترقی پسند۔ روشن خیال۔ لبرل مسلمانوں کا ماضی، حال، مستقبل

آجکل کا مسلمان جس دور ابتلا سے گزر رہا ہے۔ وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس ابتلا میں کئی عوامل کارفرما ہیں۔ ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے صرف ایک ہی صورت ہوسکتی ہے۔ کہ خود کو اسلامی سانچے میں ڈھال لیا جائے۔ اس کام کے لئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ہر شخص کو تعلیمات اسلامی کے ہر پہلو سے آگاہی اور واقفیت ہوجائے تا کہ اسے غور و فکر کا پورا موقع مل جائے۔

مسلمانوں کی مصیبتوں کا آغاز جب سے شروع ہوا جب مسلمان متمول طبقے نے افرنگی تعلیم کی زیر اثر نہ صرف ان کی عادات و خصلات کو اپنا لیا بلکہ ارباب من دون اللہ کو اپنا ملجا و ماوا بھی بنالیا۔ اس کے رد عمل کے طور پر کمیونزم، بالشو کزم۔ فاشزم۔ سوشلزم۔ امپیریلزم جیسے اور متعدد ازموں کے شکار ہوگئے۔ ان سب ازموں نے ملکر ان میں دین اسلام سے نفرت، اس سے عملی تمسخر اور استہزا کی بنیاد ڈالدی۔ اور اس طرح اسلامی تعلیمات اور قانون جزا و سزا و کتاب الٰہی سے عملاً انحراف نے ان کو ایسے راستے پر گامزن کردیا کہ بزعم خویش یہ سمجھنے لگے کہ دین تو صرف عبادات کا مجموعہ ہے۔ اخلاق۔ معاشرت و معاملات کا اس سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔

خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پابندیوں سے آزاد ہو کر انہوں نے راحت و سکھ چین کا سانس لیا۔ دینی بیزاری نے ان کے لیے خود ساختہ آزادی کی راہیں کھول دیں۔ عارضی لذتوں نے ان کی آنکھیں چکا چوند کرڈالیں۔ اور خود کو جو پہلے بھی ادیب وشاعر کہلاتے تھے۔ حرص و ہوس کے دھارے ان کو بہا کر ساحل سے دور لے گئے۔ ادب وہ ادب نہ رہا جسے علم کا زیور کہا جاتا تھا۔ موجودہ ادب کا ماحصل دنیا سازی اور ظاہر داری کے سوا کچھ نہ رہا۔ جس کے اندر حقیقت و معنویت کا کوئی نشان نہ تھا۔ اس نووارد ترقی پسند ادب کی روح خود غرضی۔ جوع النفس۔ غیر فریبی۔ خواہش داد اور مخاطب کی رضاجوئی کے سوا کچھ نہ تھا۔ جس کا خلاصہ قرآن حکیم اس طرح پیش کرتا ہے۔

"یرضونکم بافواھھم وتابی قلوبھم واکثرھم الفسقون" (التوبہ - ۸)

یعنی وہ تمھیں اپنے (زبانوں اور لفظوں) سے راضی کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کے دل اس سے انکاری ہیں اور ان میں اکثر جھوٹے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو ادب وشاعری سے دور رکھا۔ کیونکہ اس قسم کی ادیبانہ شاعری کا سرچشمہ خیال آرائی ہوتا ہے۔ اور پیغمبروں کا موضوع سخن حقیقت آرائی

اور حقیقت الحقائق تک رہنمائی کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا۔ آپ ضرور کہیں گے کہ مسلمانوں میں بڑے بڑے ادیب شاعر مثلاً رومی۔ عطار۔ سنائی۔ سلف و خلف میں اقبال و حالی گزرے ہیں۔ مگر ان کی معرفت احوال باطن ہے نہ کی خیلی آرائی گل و بلبل۔ ادب میں آج بھی ڈپٹی نزیر احمد۔ عبدالحلیم شرر۔ مولانا ظفر علی خان۔ عبدالمجید سالک۔ غلام رسول مہر اور چراغ حسن حسرت کے اسمائے گرامی مشعل راہ ہیں۔ اس کے بعد ادیبوں۔ شاعروں کے زیادہ حصے نے اپنے اوپر مکروہ خول چڑھالیا اور خود کو ترقی پسند، روشن خیال مصنفین و شعراء بنا کر اسلاف کو روایت پسند۔ دقیانوسی (ORTHO DOX) بنیاد پرست (FUNDA MENTALIST) کی چھاپ لگا کر اپنی صفیں علیحدہ تیار کر ڈالیں۔ آئیے اس عنوان مضمون کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں۔

کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی، جب تک اس کا اخلاق و کردار درست راہ پر گامزن نہ ہو۔ اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب وہ شہریت کے ابتدائی اصولوں سے کما حقہ واقفیت نہ رکھتی ہو۔ اوزاس قوم کا ہر فرد روزمرہ کی زندگی میں معاشرتی نظم و ضبط سے کام لے۔ تاوقت یہ کہ یہ معاشرتی انقلاب پیدا نہ ہوجائے، قوم کی تعمیر سیدھے راستے پر نہیں ہوسکتی۔ پھر اس قوم کے سامنے سیاسی انقلاب کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ در حقیقت قوموں کی تعمیر ان کے افراد کے کردار اور سیرت کی تعمیر میں مضمر ہوتی ہے۔ اور اس تعمیر میں سربراہ قوم وملت کا کردار کلیدی حیثیت رکھتا ہے صد افسوس کہ یہ کردار روز بہ روز پست تر ہوتا جارہا ہے۔

ہمارا نظام تعلیم گزشتہ دو صدیوں سے ان کے ہاتوں میں رہا۔ جو شروع سے ہی دشمن اسلام چلے آرہے ہیں۔ انہوں نے تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ ماضی قریب میں انہوں نے اپنی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے ہمارے لئے ایسا نصاب تعلیم تجویز کیا، جس کا مقصد ہمارے دلوں سے اسلام اور تاریخ اسلام کی عظمت و شوکت کو مٹا کر لادینیت اور مغربیت کا سکہ بٹھایا جانے کی ترکیب و ترتیب پند سود مند قرار دے دی۔ چنانچہ اپنے دور حکومت میں ڈیڑھ سو سال تک اس مقصد کو بخوبی عملی جامہ پہنایا۔ سید سلیمان ندوی نے ایک دفعہ ڈھاکہ میں پاکستان تاریخ کانفرنس میں ایک مقالہ پڑھا۔ جس میں لکھا تھا کہ "یہاں انگریز نے تاریخ نویسی کے طرز کو بالکل بدل ڈالا۔ ان کی سیاست نے ہی ملک میں تفریق کا بیج بویا۔ اس ملک میں اسلامی تاریخ کے صفحات میں ہماری عظمت و شوکت پر خاک ڈالنے کے لئے انگریزوں نے جاہ و جلال۔ عدل وانصاف اور بحالی امن کی تشہیر کا کام اس خوش اسلوبی سے کیا کہ اہلیان ملک کو ان ہی کی آنکھوں میں ذلیل و خوار اور انگریزوں کو معزز بنا ڈالا۔ تاآنکہ انگریزیت۔ مغربیت کے ناپاک کارنامے بھی روشن تر نظر آنے لگیں یہی واحد صورت تھی کہ انگریز برصغیر کی دولت۔ صنعت و حرفت اور حکومت پر قابض رہ سکیں۔" آج بھی انگریزی زبان کے تسلط اور برتری سے مذکورہ مقاصد انہیں بخوبی حاصل ہورہے ہیں۔ تعلیم یافتہ طبقے کو مشاہیر مغرب اس لئے یاد ہیں کہ اہل مغرب نے اپنے اپنے وقت کی یادگاریں قائم کردیں۔

پڑھا لکھا شخص شکسپیر، ورڈزورتھ، کیٹس، شیلے، گودکی۔ کے نام لیکر اپنے (EDUCATIONAL SYMBOL) تعلیمی امتیاز کی دھاک بٹھاتا ہے۔ مگر افسوس کہ مشاہیر اسلام کے اعمال حسنہ، عزائم مہمہ، نتائج عظیم، بصائر و مواعظ جلیلہ۔ آج کل کے نوجوان کے سامنے موجود نہیں۔ جن لوگوں کا یہ کام تھا کہ وہ ادب کو اس جانب صفحہ قرطاس پر جگہ دیتے۔ ان کو ایک منصوبے کی تحت انگریز سامراج نے القابات، خطابات یا زر زمین دے کر ان کی ذہنی صلاحیتوں کو خرید لیا۔

دور غلامی کا خاتمہ ہوا تو خیر اندیش آزادی کے متوالوں نے بڑی بڑی توقعات اپنے راہبروں اور قائدین اور ائمہ کرام سے وابستہ کرڈالیں۔ خوش فہم یہ سمجھنے لگے کہ آزادی کا سورج طلوع ہوتے ہی آئین اسلام پر عمل درآمد شروع ہوجائے گا۔ جس طرح صلاح الدین ایوبی نے ملک شام فتح کیا تو اعلان کیا تھا۔

" کیا تم لوگوں کا خیال ہے کہ جو ملک ہم نے فتح کیا ہے ۔ہم نے حکومت کرنے کے لیے فتح کیا ہے ہر گز نہیں! بلکہ یہ ملک محض اللہ کی حاکمیت کو قائم کرنے کے لیے ایک کوشش ہے۔ احکام اسلام ہی یہاں نافذ کروں گا۔ ملک رہے یا نہ رہے۔ میں رہوں نہ رہوں اسکی مجھے پرواہ نہیں ہے۔ مگر ایک حکم بھی اسلام کے احکامات کے خلاف صادر نہیں کرونگا۔"

ہمارے ارباب بست و کشاد اگر اس وقت ہمت دکھاتے اور قرآن وسنت کے دعوے دار حق وصداقت پر قائم رہتے، تو یہ ایسی کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ جبکہ شروع شروع میں عوام کی بھی یہی خواہش تھی۔ بلکہ قیام پاکستان کے لئے قربانیاں بھی اسی لئے دی گئیں تھیں۔ مگر ان بدنام جمہوری تقاضوں نے ایسا نہ ہونے دیا۔ آئینی تبدیلی کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوسکا۔ ہر سربراہ بلند بانگ دعوے کرتا رہا۔ (ایک حکمران نے تو گیارہ برس اقتدار پر قبضہ کئے رکھا اور وہ یہ سب کر جانے کا مقتدر بھی تھا۔ مگر وہ بھی قرآن وسنت کا قانون نافذ نہ کرسکا۔ اب نہ آگے کوئی امید نظر آتی ہے۔ الایہ کہ اللہ چاہے !!!)

اب ہم تصویر کا ایک اور رخ دکھاتے ہیں۔ سرخ انقلاب کی آندھی اشتراکیت کا لبادہ اوڑھ کر اس صدی کی دوسری تیسری دہائی میں اٹھی۔ اور چوتھی دہائی تک آدھی دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ اشتراکیت اور اسلام کا بنیادی فلسفہ بادی النظر میں ایک سمجھتے ہوئے عالم اسلام کے بہت سارے دانشوروں وعلماء نے نادانستہ طور پر اس کا خیر مقدم کیا۔ علامہ اقبال نے بھی روس کی ضرب لا کو خوش آمدید کہا اور الا کا قدم اول قرار دیا۔ اس خیر مقدم کی ایک وجہ یہ تھی کہ مغرب کی سرمایہ دار استعماری طاقتیں عالم اسلام کی سخت دشمن تھیں۔ لہذا جب روس میں بغاوت زار روس کے خلاف بلند ہوا تو اس انقلاب میں مسلمانان عالم کے لئے طمانیت کا سامان موجود تھا۔ مگر آہستہ آہستہ اشتراکیت کے کل پرزے کھلنے لگے تو معلوم ہو کہ یہ تو سراپا تخریبی۔ لادینی۔ مادی نظریہ حیات پر منتج ہے۔ یعنی اس نظریئے پر کہ کائنات میں خدا اور روحانی علت ومعلول کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس نظام میں الہامی دعوے باطل بتائے گئے۔ نبوت اور رسالت کا کوئی وجود یا جواز اس نظریہ اشتراکیت میں موجود نہ تھا۔ جن

ہستیوں کو ہم نبی یا پیغمبر کہتے ہیں۔ نعوذ باللہ ! وہ تاریخ کے مادی عوامل کی پیداوار بتائی گئی۔ یہ بھی اسکی تعلیم تھی کہ نبی خدا تعالیٰ کے فرستادہ قطعاً نہ تھے۔ اور نہ خدا کی حیثیت اس عالم کون و مکاں میں صاحب اقتدار کی ہے۔ یہ سب سوچیں مادی۔ معاشی تقاضوں سے نمودار ہوئیں۔ اور ان نظریات کی تحت کہ محنت کروگے تو رزق تم کو مل جائیگا۔ بغیر محنت مزدوری کے رزق نہیں مل سکتا تو خدا پر انحصار کیوں ضروری ہے۔ یہ سراسر ایک غلطی ہے"۔

اس نظرئیے کو نچلے طبقے (جنہیں آج کل محنت کش کہتے ان میں سرخاب کا پر لگا دیا) نے سر آنکھوں پر اٹھالیا اور اس طبقے کو باور کرادیا گیا کہ تمھاری محنت میں رزق پوشیدہ ہے۔ اور جب محنت مشقت کے بغیر خدا تم کو روٹی نہیں دے سکتا تو کیوں اسکی عبادت کرتے ہو۔ یعنی جب محنت پر ہی روٹی کا دار و مدار ہے تو خدا سے کیا اور کیوں مانگتے ہو؟۔ اس نظرئیے کی تشہیر روس نے بہت ایڑی چوٹی کا زور لگا کر کی۔ وہاں کی تمام درسگاہوں پرائمری سے لیکر یونیورسٹی تک میں اس فلسفے کو درسی کتب (Curriculum) کا لازمی جزو بنایا گیا۔ جہاں اسے خاطر خواہ کامیابی ہوئی۔ ولاڈی واسٹک سے لینن گراڈ تک تمام درسگاہوں سے فارغ التحصیل طبقے، لکھنے والے، گیت سنگیت والے، اخبار، جرائد اور ریڈیو میں ہمہ وقت اشتراکیت کی نشر و اشاعت کرتے رہتے۔ اشتراکیت نے تمام آسمانی مذاہب کے بے اصل ہونے کا ایسا لاجواب طریقہ اختیار کیا اور اس انداز میں عوام کو مذاہب عالم سے بیزار اور متنفر کرنے کی کوشش کیں۔ کہ غیر روسی اقوام میں بھی جدید نظریات کی تحت ان سب کو عوامی دانشور، ترقی پسند کہا جانے لگا۔ یہ لوگ اپنی قوموں میں اور ملکوں میں کمیونزم اجاگر کرنے میں بڑے موثر ثابت ہوئے۔ لینن گراڈ کے ایک جریدہ "دی کمیونسٹ۔ ۱۱۸ کتوبر ۱۹۴۷ء میں لکھتا ہے۔

" کمیونسٹ پارٹی مذہبی امور کے بارے میں غیر جانبدار نہیں رہ سکتی۔ وہ دینی رجحانات کے خلاف تمام پروپیگنڈوں کی سرپرستی کرتی ہے۔ اس ملک میں مذہب کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری جماعت علم اور محنت کو مقدم۔ مقدم اور مقدم سمجھتی ہے۔ اور ان بے سر و پا مذہبی عقائد کی مخالفت کرتی ہے۔ تا کہ محنت کش عوام ان عقائد میں پڑ کر وقت ضائع نہ کریں۔"

یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ جب برصغیر پاک و ہند میں ادیبوں، مصنفوں۔ شعرا، بالعموم جن کی مالی ابتر ہوتی تھی اور ویسے بھی وہ بادشاہی نظام سے کدورت رکھتے تھے۔ انہوں نے اس روسی اشتراکیت کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ یہی وہ صدی تھی جس کا پہلی چوتھائی مندرجہ بالا طبقے کے لئے روسی امداد لایا۔ کئی ادیبوں۔ شاعروں کو بڑی چاہت سے روس بلوایا گیا۔ اور دامے۔ درمے۔ سخنے انہوں نے راضی ہو کر اور یہاں آ کر ترقی پسند مصنفین کی بنیاد ڈال دی۔

انگریز حکومت نے تعلیم کی رکابیں پہلے ہی ایک مخصوص طبقے کے لئے کس رکھی تھیں۔ باقی درمیانی اور نچلا طبقہ حالات واقعات سے معاشی الذہن بن گیا تھا۔ اس طرح اس صدی کی تیسری چوتھی دہائی کمیونزم نے اس برصغیر میں پنجے گاڑ دیئے۔ اس طرح اشتراکی ترقی پسند، مبلغوں (ادیبوں

شاعروں) نے ،موخر الذکر طبقے میں خوب اشتراکیت کا پرچار کیا۔جس کا خاطرخواہ اثر نکلا۔ نظام اشتراکیت سے نکلنے والی مہک نے مقامی اشتراکی مصنفین کے لئے Appetiser کا کام کیا۔ جس کے تمغے لگا کر یہ لوگ بہ نفسہ خود کو Elevated تصور کرنے لگے۔اور اس طرح انہوں نے روائیتی ادیبوں اور مصنفوں کی صفوں سے خود کو باہر نکال لیا۔اور ایک نیا لیبل لگا کر یہ صاحبان ترقی پسند بن کر مارکیٹ میں آگئے۔

ترقی پسند کی چھاپ نے ان ادیبوں کو بہت فائدہ پہنچایا۔ ادھر لبرل اور روشن خیال کا شاعروں نے لیبل لگا کر مشاعروں، محفلوں میں انہوں نے اپنی صفیں روایتی اور قدامت پسند شعرا سے الگ کرلیں۔ لوگ بھی روایتی شاعروں کا کلام سن سن کر تنگ آچکے تھے۔ لہذا جلد ہی ترقی پسندوں کی حمایت اور کفالت کرنے لگے۔ملک کا نوجوان طبقہ جو بے روزگار تھا۔اور مزدور، نچلے درجے کے لوگ بہت متاثر ہوئے۔ اس طرح اشتراکی ادب ترقی پسندی کا جامہ پہن کر گلیوں، کوچوں میں بلائے بے درماں کی مانند پھیلتا چلا گیا۔

یہ تھا وہ آغاز جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عذاب کی صورت میں اس ملک پر انگریزوں کے امپریلزم اور روس کے کمیونزم کی صورت میں نازل ہوا۔اور مدت تک ہماری قوم،ہماری ثقافت،ہماری معاشرت،بلکہ ہماری اجزاے ترکیبی تک کو بدل کر رکھ دیا۔اس کے لئے ملاحظہ فرمائیں قرآن کیا کہتا ہے:

ترجمہ:- اس بات کی یہ سزا ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول اللہ کی مخالفت کی جو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے۔اللہ اسکو سخت سزا دیتا ہے۔ (الانفال۔١٣)

عذاب آنے کے بعد عذاب کے خمیازے زندہ بدست مردہ جینے والوں کو بھگتنے پڑتے ہیں۔ آئیے اب دیکھتے ہیں کہ اس عذاب کے پرفتن مہیب ادوار کے دروازے جب کھلے تو برصغیر کے ترقی پسند مصنفین اور روشن خیال شعراء کی صف اول میں بڑے بڑے جغادری اشتراکی ذہنیت کی تربیت یافتہ لوگوں نے کیا کیا گل کھلاے۔ جن کے نام اور کام لکھنے سے قلم کو ابکائی آتی ہے۔انہوں نے اشتراکیت کے پنگوڑے میں جھولتے ہوئے دین اور مذہب پر جو ضربات لگائیں۔ جو بےشرمی دکھائی۔اس سے بہتر تو وہ ہندو شاعر تھے۔ جنہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شان مبارک میں بہترین نعتیہ کلام پیش کیا۔ جسے سن کر اور پڑھ کر سب عش عش کر اٹھتے تھے۔ہم ہ مسلمان شعراء کے چند اشعار پیش کرتے ہیں۔جن کے نام ہم جان بوجھ کر لکھنے سے گریز کرتے ہیں۔انہی میں سے کئی روس کی اشتراکی حکومت سے وظیفہ خوار اور سند یافتہ تھے۔ان کے اشعار پڑھیئے اور سر دھنیے (اگر کوئی دریافت کرے تو ہم نام بتا سکتے ہیں)۔

١۔ وہ قرآن ہے۔ جو کلام الٰہی گداؤں کو جس سے ملی پادشاہی
مگر اس کا مزدور پر یہ اثر ہے کہ سردی ہے اور پیرہن خستہ تر ہے۔

یعنی قرآن جو کلام الٰہی ہے۔ اس نے فقیروں (صحابہ کرام) کو بادشاہی دے دی۔مگر غریب مزدور کی مدد

نہ کر سکا۔ وہ پرانے پھٹے ہوئے کرتے میں سردی سے کانپ رہا ہے۔

۲۔ نہیں ہے یہ تو پھر وحی و پیغام کیسا
یہی جب نہ ہوں گے تو اسلام کیسا

یعنی جب پیسہ جیب میں نہ ہو تو وحی (قرآن) اور اسلام بیکار ہے۔ (پہلے مصرے میں 'یہ' اور دوسرے میں 'یہی' پیسے روپیہ کے لئے آیا ہے۔)

۳۔ اس احتیاج کی ماری عبادت میں عذاب پہنچا کسی کو نہ ثواب ملا
غرضیکہ خیر سے ہم خانماں خرابوں کو خدا بھی اپنی طرح خانماں خراب ملا۔

ایک اور شعر اسی بد بخت شاعر کا پڑھیئے

۴۔ خرابیوں کی یہ انتہا ہے خدا رکھے
شریک طالع بد ہے خدا خدا رکھے

لعنت مارے اس دہریئے شاعر نے خدا تعالیٰ کی شان میں کیسے کیسے الفاظ کہہ دیئے!

۵۔ جہاں ہم خشت خم رکھ دیں بنائے کعبہ پڑتی ہے
جہاں ہم ساغر ٹپک دیں چشمہ زم زم نکلتا ہے

پھٹکار اس روشن خیال شاعر اور ادیب پر جس نے کعبہ اور زم زم کو ایسی مثال دی ہے۔
کہاں کہاں سے اپنا دل صد چاک دکھاؤں۔ کتنا رؤوں ان ترقی پسند اور روشن خیال دہریئے۔ ملحد۔ دشمن دین و مذہب ادیبوں، شاعروں پر جنہوں نے ناپختہ ذہنوں، کم تعلیم یافتہ طبقے، ناخواندہ نوجوانوں میں دہریت، لادینیت کے بیج بوئے۔ لکھنے پر آؤں تو یہ ہزار داستان بن جائے۔ اور تحریر پھر بھی تشنہ کام رہ جائے۔ آگے پڑھیے ان خبیثوں کے کارنامے:

۶۔ یوں شیخ حرم۔ پیر مغاں سے ہوئے یک جاں
میخانے میں کم ظرفی پر ہیز بہت ہے

۷۔ چاک ہر بام ہر اک در کا دم آخر ہے
آسمان پر کوئی پروہت ہے جو ہر بام تلے
جسم پر راکھ ملے ماتھے پہ سندور ملے
سرنگوں بیٹھا ہے چپ چاپ نہ جانے کب سے
اس طرح ہے کہ پس پردہ کوئی ساحر ہے
جس نے آفاق پہ ڈالا ہے کسی سحر کا دام۔

دیکھا اس روس کے وظیفہ خوار نے رب کائنات کے بارے میں کیا کیا لکھ دیا۔ اب وہ وہاں خود جواب دہ ہو گا!!

۸۔ ایک نظم کے کچھ اشعار پڑھیئے۔ یہ ہندوں کی "سیتا" کی عظمت۔ تعریف میں ایک مسلمان شاعرہ نے

فرمائے ہیں۔ جن سے آپ ضرور واقف ہونگے۔

تیرا (سیتا) نام لیکر سحر جاگتی ہے ۔ تیرے گیت گاتی ہے تاروں کی محفل
تری خاک پابند کاراز عظمت ۔ تیری زندگی مرے خوابوں کی منزل
تیرا نام لیکر اب اٹھنا ہی ہو گا ۔ مٹائے نہیں مٹتی یہ بے تابی دل
تیرے سوز دل سے ہو جو شمع روشن اسی کے اجالے میں ڈھونڈوں گی منزل

کاش یہ شاعرہ اللہ اور رسول اللہ کا نام لیکر صبح کو اٹھتی۔ مگر یہ ملحدہ شاعرہ تو سیتا کا نام لیکر اٹھتی تھی۔ جیسا کہ اس نے شعرا 'تین' میں لکھ دیا ہے۔

اس کے علاوہ ان روشن خیال۔ لبرل مصنفین۔ ادیبوں۔ شاعروں کی لمبی فہرست ہے۔ جن مردہ ضمیروں نے کمیونزم اور اشتراکیت کو دین ومذہب کے مقابلے میں قد آور بنانے میں کوئی دقیقہ فرد گزاشت نہیں کیا۔ مگر پھر آہستہ آہستہ سویٹ روس کے وہ دعوے جو لینن نے کئے۔ جو بالشکزم اسٹالین نے پھیلایا۔ خروشیف اور بیگن نے سہارے لگا کر ان کو پشت پناہی دی۔ سب باطل ہوتے چلے گئے۔ مملکت "روسیاہ" میں کمیونزم روبہ زوال ہوتا چلا گیا۔ ادیبوں، مصنفوں اور شاعروں نے وقت کے ساتھ اپنی کینچلیاں بدل لیں۔ اپنے آپ کو ترقی پسند کی جگہ 'لبرل' کہلانا شروع کر دیا۔

اب امریکہ ایک سپر پاور بن کر ابھرنے لگا۔ جس نے تمام دنیا بالخصوص دنیا اسلام میں اپنے اثر ونفوذ اور اپنی تہذیب وتمدن کو پھیلانے میں خوب کردار ادا کیا۔ امریکی دانشور جانتے تھے۔ کہ ان کی حیاباختہ تہذیب کے مقابلے میں اسلامی تہذیب اپنی حیا وعفت کے پاکیزہ تصورات کے اعتبار سے بدرجہا بہتر ہے۔ لہذا اس اسلامی تہذیب کو ختم کرنے کے لئے اپنی سرگرمیاں تیز کر دی گئیں۔ اور جن جن محاذوں پر (اسلامی ممالک میں) لچک نظر آئی وہاں وہاں سر گرمیاں مزید تیز کر دیں۔

حقوق نسواں کے عنوان سے مسلمان عورتوں میں اپنے مذہب، اپنی ثقافت سے نفرت، بیگانگی، اسلامی تعلیمات سے بیزاری۔ اور پردے پر پابندی کے برعکس آزادی سے مردوں سے خلط ملط ہونا۔ جنسی بے راہ روی، حیا وعفت کے اسلامی تصورات سے بے نیازی کے دروازے کھول دئیے۔ سونے پہ سہاگہ یہ کیا کہ مخلوط تعلیم، مخلوط ملازمتیں، مخلوط معاشرت ومساوات مرد وزن کی آڑ لیکر خوب ڈھنڈورے پیٹے۔

مغربی نظریات کی اجاگری ایسے عوامل ہیں۔ جنھوں نے اسلامی نظریات وکلچر کی جڑیں کو کھلی کر ڈالیں جس کے نتیجے میں آج نوجوان نسل پروان چڑھی۔ لبرل ازم نے سے سرشار ہو کر (نام اسلامی کام کافرانہ) ہماری وہبود سے پیوستہ لبرل مسلمان ہوتی جاری ہے۔ آپ کو لبرل مسلمان کا ایک ذاتی لطیفہ سناتا ہوں کہ یہ کیسے ہوتے ہیں؟۔ راقم ایک دن نیو آرلینز (New Orleans) کے ایک ہوٹل میں اپنے ملتانی دوست جنھوں نے عرصہ بیس سال سے وہاں رہائش رکھی ہوئی ہے۔ میری دعوت کی۔ کھانے کے وقت انہوں نے پہلے دختر رز سے شوق فرمایا۔ مگر جب کھانے کے آرڈر میں پورک (سور کے گوشت) کی زور سے تردید کی۔ تو میں نے دریافت کیا کہ اے بھائی! تم نے ابھی شراب پی ہے تو پھر پورک سے گریز

کیوں کرتے ہو۔ کہنے لگے۔ " ڈاکٹر صاحب میں 'لبرل مسلمان' ہوں۔ شراب پی لیتا ہوں۔ مگر سور نہیں کھاتا" اب ہم پاکستان میں اس دور حکومت پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو صورت حال بھیانک نظر آتی ہے۔ جن مغربی اقوام کی ہم حرص کررہے ہیں۔ ان کی معاشی، صنعتی، سائنسی، نیو کلئیر اور تعلیمی میدان میں برتری اور روزافروں ترقی تو ہمارے صاحب اقتدار لوگوں کو نظر نہیں آتی۔ البتہ فحاشی، بے حیائی، کھیل تماشے، مفاد پرست غیر ملکی آقایان ولی نعمت کے اشاروں پر ناچنے والی کٹھ پتلی حکومت اسلام کا خول چڑھائے۔ تسبیح کے دانوں پر کرسی، کرسی کے وظیفے پڑھتے جمہوری وطیروں اور استعماری ہتھکنڈوں سے اکیسویں صدی میں قدم رکھنے کی شائق بلند دعوں کے بینر اٹھائے مادی افکار و خیالات۔ نام و نمود کی خواہش خاتون مشرق ذاتی لائحہ عمل پر دوڑتی چلی جارہی ہے۔

رونا تو یہ ہے کہ حکومت اور حزب اختلاف دونوں مذہب اور دینی روابط کو اپنے مخصوص مصالح اور ذاتی مفاد کے لئے استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔ ان کی نشوونما کو دین کی بے وقعتی، دینی مستقبل سے مایوسی، اہل دین کی تحقیر، مغربی تمدن کی غیر محدود تقدلیس۔ مادی اقدار اور غیر اسلامی رجحانات کے پلیٹ فارم پر اٹھایا گیا ہے۔ جس میں دینی لحاظ سے دوررس اور بالغ نظری کا فقدان ہے۔ ملی انحطاط، قومی تنزل جو "لبرل مسلمان" کہلانے والوں کے علمبردار ان کی پیشانی پر ہے۔ سب اسلامی تعلیمات کی روح و پیغام سے دوری کا نتیجہ ہے۔ جس سے قوم کے دماغ و اعمال کی اصلاح ہوسکے۔ جب ورلڈ کپ کے لئے ہماری کرکٹ ٹیم اٹلانٹا کھیلنے گئی تو ٹی۔ وی کے جہاں رنگ و نظر میں ایک فحاشی، عریانی، ناچ گانے کا سیلاب آگیا۔ حکومت کی سرپرستی میں نشریاتی رابطوں پر قوم کے سامنے پاکستانی ثقافت کے نام پر پوری دنیا نے دیکھا۔ ڈش پر جس ڈھٹائی سے ایک نظریاتی مملکت اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کے دستور و آئین کا مذاق اڑایا گیا۔ جس بے باکی سے اسلامی تشخص کی دھجیاں اڑائی گئیں۔ جس طرح دو قومی نظریے کو جسکی بنیاد پر پاکستان معرض وجود میں آیا تھا اس کو متعفن کیا گیا۔ چادر اور چار دیواری کی قسمیں کھانے والی عورت نے عورت کی ردائے عفت کو تار تار کیا۔ مادر پدر آزاد کلچر کو فروغ دینے میں شب و روز صرف کئے گئے۔ ثقافت کے نام پر بازاری طوائفوں کو ڈش پر تمام عالم کے سامنے پیش کرکے اسلامی نام و نمود کا جنازہ اٹھایا گیا۔ اس سے ملک و ملت کی اسلامی حیات اور نظریاتی اساس کو کسی قدر چوٹ لگی۔ ہر درد مند دل جس میں اسلامی غیرت کی رمق بھی باقی تھی۔ رو دیا یہ سب ہی جانتے ہیں۔

اس کلچر پالیسی کی وجہ سے جوان نسل، لبرل ازم کے شکار و پیر و کار تباہی و گمراہی کے آخری حدود تک پہنچ گئے۔ ٹی۔ وی نے جو ورلڈ کپ کی آڑ میں فحاشی اور عریانی پیش کی۔ گلیوں اور بازاروں میں ایسے مناظر عام ہوگئے جسمیں جنس زدہ گانے، سفلی پاپ سانگ جنہیں باشعور شخص دیکھنے اور سننے سے قاصر ہے۔ لبرل ازم کی منطق کو مفید ثابت کرنے کے لئے نشریاتی ادارے کی سربراہی ایک ترقی پسند، آزاد خیال بلکہ مادر پدر آزاد، یورپی تہذیب کی دلدادہ عورت کے ہاتھ میں تھما دی گئی۔ جس نے آتے ہی دعوی

کیا کہ P.T.V کی جلوہ افروزیوں اور رعنایوں میں بہت جلد ZEE.T.V اور M.T.V کو پیچھے چھوڑ دیا جائے گا۔ اور واقعی جلد ہی سب نے دیکھا کہ جس پروگرام پر نظر ڈالیں عفت و عصمت، شرم و حیا کا جنازہ اٹھتا نظر آتا ہے۔ ماں باپ اپنے بچوں کے ساتھ یہ سب کچھ دیکھنے سے عاجز ہیں۔

اہل مغرب نے اقوام متحدہ کی قیادت میں گذشتہ سال ایک نیا شوشہ چھوڑا۔ یہ تھا "عالمی خواتین کانفرنس" جو بیجنگ میں منعقد ہوئی۔ دراصل یہ اس تسلسل کی ایک کڑی تھی۔ جسکی پہلی کانفرنس ۱۹۵۵ء میں میکسیکو سٹی میں ہوئی تھی۔ دوسری کانفرنس ۱۹۸۰ء میں کوپن ہیگن اور تیسری ۱۹۸۵ء میں نیروبی میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد گذشتہ سال ۱۹۹۵ء میں قاہرہ میں ہوئی۔ ۱۹۹۵ء کی بیجنگ کانفرنس میں یہ کوشش کی گئی تھی۔ کہ ان قراردادوں کو منظور کرلیا جائے، جو قاہرہ کانفرنس میں منظور نہ ہوسکی۔

اگر آپ ایک نظر یہودی اور عیسائی دانشوروں کے ترتیب شدہ ایجنڈے پر نظر ڈالیں۔ تو اسکا پیراگراف صرف شریعت اسلامیہ کی تذلیل و توہین ہی سے نہیں بلکہ خود عورت ذات کی عفت و عصمت سے ٹکراتا ہے۔ اور غیر فطری کاموں کے ذریعے تمام اخلاقی قدروں کی پامالی کی دعوت دیتا ہے۔ اس لائحہ عمل کے مقاصد کو انتہائی اختصار کے ساتھ ہم تحریر کرتے ہیں۔ آپ غور کریں کہ "لبرل مسلمان" اور مغربی اذہان میں کیا قدر مشترک ہے۔

* مرد اور عورت کے درمیان تمام فاصلے ختم کر دینے ضروری ہیں۔
* اولاد کی پرورش سے عورت کو آزاد کر دیا جائے۔ چونکہ یہ ذمہ داری عورت کی راہ میں رکاوٹ ڈالتی ہے
* لڑکوں اور لڑکیوں کو اپنی جنسی زندگی میں کسی کا دخل نہ ہو۔ انہیں یہ زندگی جس طرح چاہیں گزارنے کا اختیار دیا جائے
* جسمانی لذت کے متعلق ہر مرد عورت کی حریت کو قانون تحفظ دیا جائے۔
* اسکولوں میں لڑکوں اور لڑکیوں کو جنسی تعلیمات سے بخوبی روشناس کرایا جائے۔
* مخلوط تعلیم کی ہمت افزائی کی جائے۔ لڑکیوں کے الگ تعلیمی ادارے آہستہ آہستہ بند کئے جائیں۔
* جلد ہی شادی کے ہدف کو کم کرنا ضروری ہے۔ یہ مرد اور عورت کی تعلیم و ترقی میں رکاوٹ ہے۔
* برتھ کنٹرول، منصوبہ بندی، اسقاط حمل کو فروغ دیا جائے۔ تاکہ عورت کی صحت برقرار رہ سکے۔
* جنسی تعلقات بڑھانے، ہم جنس پرستی قدرتی عوامل ہیں۔ لہذا انہیں قانونی شکل دی جائے۔
* گھر سے باہر نکلنے، کسی قسم، کسی جگہ بھی کام کرنے پر عورت پر کوئی پابندی نہ ہونی چاہئے۔ عورت اور مرد کا فرق ختم کیا جائے۔

یہ بیجنگ کانفرنس کے اہداف میں چند نکات ہیں۔ بعض اس قدر شرم آمیز ہیں کہ ہمارا قلم وہ لکھنے سے عاجز ہے۔ بہر حال پورے مسودے میں کہیں بھی شوہر بیوی کے الفاظ استعمال نہیں ہوئے بلکہ ان کی جگہ "پارٹنر اور فرینڈز" کے الفاظ اور اسی طرح "نابالغ ماؤں اور نوجوان ماؤں" کی صحت عامہ کی جانب توجہ دینے کے الفاظ ڈھٹائی سے رقم کئے گئے ہیں۔ اور کہیں عورتوں یا بیویوں کا ذکر نہیں ہے۔

قاہرہ اور بیجنگ کانفرنسوں میں حکومت پاکستان کی ویمن ڈویژن نے خوب شدومد کے ساتھ شرکت کی اور لطف کی بات یہ ہے کہ ان دونوں کانفرنسوں کی صدارت کا اعزاز جنابہ بے نظیر بھٹو وزیراعظم کو ملا۔ جنہوں نے خوب تقریریں کرکے پاکستان جمہوریہ اسلامی کا نام خوب روشن کیا۔ اور تحقیق بھی فرمائی کہ لبرل ازم اور سیکولرازم اسلام کی شاہراہ کا "مائل سٹون" ہیں۔ کاش انہوں نے قرآن پڑھا ہوتا۔

"ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا لھم عذاب الیم فی الدنیا والاخرۃ"۔

ترجمہ:۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ بے حیائی کی بات کا مسلمانوں میں چرچا ہو ان کے لئے سخت عذاب ہے دنیا اور آخرت میں۔

اقوام متحدہ کے زیر اہتمام عالم اسلام میں فحاشی، جنسی آزادی، بدکاری، بے حیائی پھیلانے کا جو عالمی منصوبہ تیار کیا گیا ہے۔ دیکھیئے تو بھلا اسلام کی قدروں سے کس قدر متضاد ہے۔ جہاں عورت کے متعلق اسلام فطری قانون یعنی عورت کی عزت، پاک دامنی، عفت وعصمت کی مکمل ضمانت دیتا ہے۔ آج کل جو کچھ ہو رہا ہے اس کے نتائج پر نظر ڈالیں تو مایوسیوں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ دراصل ہمارے علماء کرام اور راہنمایان ملک وملت اپنے دینی وملی فریضوں کی ادائیگی اور حکمرانوں کے سامنے کلمۃ الحق کہنے کی جرات نہیں رکھتے۔ مناصب اور عہدوں کے لئے جنگ وجدل، زور آزمائی، رسہ کشی ترک نہیں کرتے۔ اور جب تک زعمائے کرام بذات خود زہد وتقویٰ، عزت نفس اور دینی جرات واستقامت کی عملی مثالیں قائم نہیں کرتے، اس وقت تک مملکت خداداد پاکستان آتش فشاں کے دہانے پر کھڑی رہے گی۔

(((وما علینا الا البلاغ)))

خود بھی پڑھیے اور اپنے دوستوں، عزیزوں کو تحفہ میں پیش کیجیے۔

تحفۂ دُلہن

سُسرال جانے والی بیٹی کو نصیحت

شادی میں دینے کے لئے ایک بہترین دینی تحفہ

پسند فرمودہ حکیم العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی

تالیف مولانا محمد حنیف عبدالمجید

عورت پر بیوی ہونے کی حیثیت سے اسلامی ذمہ داریاں صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اور نیک عورتوں کی عملی مثالیں، شوہر کی اطاعت، عزت، خدمت اور شوہر سے محبت، نیک بیویوں کی صفات۔ میاں بیوی کے آپس کے جھگڑوں سے بچنے کی بہترین تدبیریں اور ساس، نند، دیورانی، جیٹھانی کی ناچاقیوں سے بچنے اور ہر گھر کی تمام پریشانیوں اور غموں سے نجات پانے کے بہترین نفسیاتی اُصول، مفید ہدایات، بزرگوں کی نصیحتوں پر مشتمل ایک اہم کتاب ہے۔

دُلہن ان ہدایات پر عمل کرے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہر گھر جنت کا نمونہ بن سکتا ہے اور دین و دُنیا میں سُرخ رُوئی اور کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ اپنے قریبی بک اسٹال سے یا ہم سے براہِ راست طلب فرمائیں۔

(۱) زمزم پبلشرز — جنید مینشن ڈی میلو ڈ نزد برنس روڈ کراچی۔ فون: 2625708

(۲) صدیقی ٹرسٹ — المنظر اپارٹمنٹ لسبیلہ چوک کراچی 24200 فون 7224292

ازدواجی زندگی خوشگوار اور کامیاب بنانے کیلئے ایک بہترین کتاب

لڑکی کو جہیز میں دینے کیلئے ایک پیاری کتاب

خود بھی پڑھیے اور اپنی سہیلیوں اور بہنوں کو تحفہ میں پیش کیجیے۔